

جناح ہاؤس

رشید دل سے بول رہا تھا۔ سفید بالوں والا جبی سا ادھیر عمر آدمی۔ ایسے لگتا تھا کہ شدید غم، بے بسی اور قلق کا شکار ہے۔ تیزی سے ربط میں جزئیات سے بھری ہوئی گفتگو۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس صدی کا بندہ ہی نہیں۔ ابھی تک ماضی میں اُنکا ہوا انسان۔

شاہراہِ فیصل پر موجود ایک رعب دار میشن میں زندگی گزارنے والے رشید کا کراچی سے کوئی تعلق نہیں۔ سات دہائیوں سے ہمارے ملک کے عظیم ترین انسان قائدِ اعظم اور انکے خاندان سے جڑا ہوا انسان۔ رشیدِ راصل قائدِ اعظم کے خاندان سے مسلک و شخص ہے جسکے پاس ماضی کی حریت انگیز معلومات ہیں۔ دو دون پہلے قائد کے ذاتی گھر میں جانے کا اتفاق ہوا۔ انہنai سنجیدہ اتفاق۔ کراچی کی میں روڈ پر یہ دیدہ زیب گھر اب میوزیم بنادیا گیا ہے۔ عجائب گھر لکھتے ہوئے ذہنی انجمن سی ہوتی ہے۔ رشید اسی میوزیم کا اگلوتا گائیڈ ہے۔ اس ملک میں جہاں محمد علی جناح کے ہر اصول کو زندہ درگور کر دیا گیا وہاں رشید جیسا انسان اب تک کیسے سانس لے رہا ہے۔ کوئی علم نہیں۔ شاہزادی بادشاہ کو پتہ ہی نہیں چلا کہ اس جیسا اجل انسان وہاں موجود ہے۔ بولنے میں گداز تھا۔ کوئی روایتی گائندہ بھی نہیں ہے۔ پتہ نہیں کون ہے۔ قائد کے گھر جاتے ہوئے بڑی عجیب سی کیفیت تھی۔ غم، تحسس اور عزت سے گندھے ہوئے انسانی جذبات۔ پہلے دل میں آیا کہ وضو کر کے جانا چاہیے۔ پر پھر ذہن کو جھٹک کر خیالِ دل سے نکال دیا۔ پر شاہزاد پہلی بات ہی ٹھیک تھی۔ بھورے رنگ کے بڑے سے گھر کے باہر انہنai خوبصورت باغ تھا۔ ایک باذوق آدمی کی پہلی نشانی۔ ریخجرز کا ایک سپاہی ہر آنے والے سے شاختی کا رڈ جمع کروانے کا کہہ رہا تھا۔ مجھے غور سے دیکھا۔ کہنے لگا کہ آپ جائیں۔ کا رڈ جمع کروانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ عجیب سی رعایت تھی۔ پر اس میں اعتقاد کا اظہار شامل تھا۔ جیسے ہی گھر سے باہر اہدواری پر پہنچا تو رشیدِ خود بخود چلتا ہوا نزدیک آ گیا۔ قائدِ اعظم کے گھر کے متعلق معلومات فراہم کرنا شروع کر دیں۔ چھ سال مادرِ ملت فاطمہ جناح کی خدمت کی ہے۔ زیارتِ ریز یہی میں صرف ایک بار قائد کو دیکھا تھا۔ ہاتھ بھی ملایا تھا۔ مادرِ ملت نے تو خیر میرے ہوتے ہوئے دم توڑا۔ آگے سے گھر بند ہے۔ پچھلے دروازے سے جانا ہوگا۔ گھر کے پچھلے حصے میں، عمارت سے قدرے فاصلے پر ایک بڑا سا کمرہ ہے۔ اس میں کئی مزدور کام کر رہے تھے۔ چھت کو دوبارہ تعمیر کیا جا رہا تھا۔ یہ اس گھر کا کچن تھا۔ سارا کھانا یہیں پکتا تھا۔ گھر سے باہر اسیلے تعمیر کیا گیا کہ کھانے کی خوشبو مکینوں تک نہ پہنچ سکے۔ وہیں سے راہداری میں چلتے ہوئے گھر کا دروازہ آیا۔ رشید نے دروازہ کھولا۔ جیسے ہی عمارت میں داخل ہوا، ایسے لگا کہ تاریخ کے ورق میں حنوٹ سا ہو چکا ہوں۔ شاندار انسان کی بے مثال تاریخ۔ رشید بول رہا تھا۔ پورے گھر کا سامان مالا مارہلز بمبی سے لا یا گیا۔ سارا سامان قائد کا کمکمل طور پر ذاتی تھا۔ ایک ایک چیزوں سے ہی رکھی گئی ہے جیسے جناح صاحب کے زمانے میں تھی۔ راتی بھر بھی فرق نہیں ہے۔

سب سے پہلے گھر کا ڈرائیگ روم تھا۔ دروازے کے سامنے شیشہ لگا ہوا تھا۔ تاکہ لوگ کمرے میں داخل ہوئے بغیر اطمینان سے ہر چیز دیکھ سکیں۔ ڈرائیگ روم میں کئی صوفے پڑے ہوئے تھے۔ پائیدار لکڑی اور نفیس کپڑے سے مزین صوفے آج کے لحاظ سے بھی انہنai دیدہ زیب تھے۔ درمیان میں ایک گول میز تھی۔ جس پر ایک کریٹل کا ڈیکو ریشن پیس پڑا ہوا تھا۔ کمرے میں مختلف جگہوں پر انہنai

شاندار گلدن موجود تھے۔ رشید کہنے لگا کہ نیلے رنگ کا گلدن قائد نے خود فرانس سے خریدا تھا۔ ایک ایک چیز اس عظیم انسان کی نفاست کی گواہی دے رہی تھی۔ فرش پر ایک بڑا ساتھیں تھا۔ باریک نقش و نگار سے منقش، بیش قیمت قائلین۔ تمام چیزیں جناح صاحب نے بڑے شوق سے جمع کی تھیں۔ میرے ذہن میں گھوڑے دوڑنے لگے۔ اس ڈرائیور میں نے پتہ نہیں، تاریخ کے کون کون سے پہنچنے سینے میں سموجے ہوئے۔ کون کون یہاں آیا ہوگا۔ کس کس سطح کے سیاستدان یہاں مشاورت کرتے ہوئے۔ ڈرائیور میں بھرپور تاریخ، صاحبان، بھرپور تاریخ کا ایک انمول دریچہ ہے۔ کمرے میں بڑی بڑی کھڑکیاں ہیں جتنی بدولت بھلی کے بغیر ہر چیز آرام سے نظر آتی ہے۔

ڈرائیور میں سے مسلک قائد اعظم کا دفتر تھا۔ انگی کرسی، میز کمرے کے آخر میں رکھی ہوئی تھی۔ میز کے بالکل ساتھ ایک فرشی سٹینڈ پر سنہرہ اور سفید رنگ سے مزین ایک ٹیلی فون پڑا ہوا تھا۔ چھت لکڑی سے بنی ہوئی تھی۔ دفتر کے درمیان میں ایک صوفہ ہے، جسکے چاروں طرف بھورے رنگ کی لکڑی لگی ہوئی تھی۔ اسکے سامنے ایک ایک نشست والے تین صوفے پڑے ہوئے تھے۔ گھرے رنگ کے کپڑے سے مزین یہ صوفے چیخ چیخ کرتا رہے تھے کہ انہوں نے اس ملک کی تاریخ نہیں بلکہ تقدیر بنتے ہوئے دیکھی ہے۔ دفتر میں ایک طرف دو کرسیاں آمنے سامنے رکھی ہوئی تھیں۔ درمیان ایک ٹیبل تھی۔ کنوں پر چھوٹی چھوٹی تپائیاں موجود تھیں۔ قائد اس دفتر میں اٹھا رہا گھنٹے کام کرتے تھے۔ مسلسل کسی قسم کے آرام کے بغیر۔ دفتر میں ایک طرف زمین پر ایک بڑا صندوق موجود ہے۔ رشید کہنے لگا کہ یہ ایک خاص خوبصوردار لکڑی کا بنا ہوا ہے۔ اس میں فالیں اسلیے محفوظ رہتی تھیں کہ دیکھ نہیں لگ سکتی۔ دفتر میں ڈرائیور میں طرح بڑی بڑی فرنچ کھڑکیاں لگی ہوئی ہیں۔ ان میں سے روشنی پورے کمرے میں چھن چھن کر آ رہی تھی۔ چھت پر تین پروں والے دوسرا صندوق کے پکھے تھے۔ دفتر میں ہر وہ چیز موجود تھی جو ایک محنتی لیڈر کے شایان شان ہو سکتی ہے۔ انتہائی سادہ گھر مگر بے حد پُر وقار۔ رشید آہستہ آہستہ جذباتی ہو رہا تھا۔ بولنے لگا کہ یہ آج کل کے لیڈروں کا دفتر نہیں جو عملی طور پر کروڑوں روپوں کے سرکاری نوادرات سے مزین ہوتا ہے۔ یہ تو ایک بڑے لیڈر کا ذاتی دفتر تھا۔ کسی تصنیع اور غیر سنجیدگی سے محفوظ۔ پچھلی منزل پر ہی قائد کا ڈرائیور میں الماریوں میں وہ تمام قیمتی برتن موجود تھے جو قائد اور مادرِ ملت استعمال کرتے تھے۔ ان میں ایک ہلکے نیلے رنگ کاٹی سیٹ بھی تھا۔ رشید بولنے لگا۔ ٹی سیٹ جاپانی حکومت نے تخفہ دیا تھا۔ اسکی خصوصیت یہ ہے کہ اگر کوئی چائے میں زہر ملا دے، تو کپ خوبصوردار ڈرائیور کے پانچ کپ قائد کو دیے گئے اور پانچ ہی کپ گاندھی کو دیے گئے تھے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حفاظتی قدم صرف اسلیے اٹھایا گیا ہوگا کہ اس امر کا خدشہ موجود تھا۔ کھانے کے کمرے میں شاندار کھانے کی ٹیبل موجود تھی۔ ڈرائیور کے ارد گر خوبصورت کرسیاں موجود تھیں۔ قائد دوپہر اور رات کا کھانا، اسی ٹیبل پر کھاتے تھے۔ مگر ناشتہ بالائی منزل پر کرتے تھے۔ اپنے بیڈروم کے باہر۔ وہاں بھی ایک چھوٹی سی میز موجود ہے۔ رشید کہتا رہا تھا کہ اوپر والی منزل پر دونوں بہن بھائی روزانہ کٹھنے ناشتہ کرتے تھے۔

اوپر والی منزل ایک جہان جیت ہے۔ چوبی سیڑھیوں پر آج بھی سرخ قائلین بچھا ہوا ہے۔ قائد کے شایان شان، یہ خوش قسمت قائلین، جانے کتنی بار اس عظیم شخص کی قدم بوتی کرتا ہوگا۔ داہنے ہاتھ پر مادرِ ملت کا بیڈروم موجود تھا۔ سنگل بیڈ پر تقریباً سفید رنگ کی

چادر اور ایک تکیہ رکھا ہوا تھا۔ پنگ کے بالکل ساتھ، فرش پر مادرِ ملت کے سلیپر موجود ہیں۔ سادہ سی چپل۔ کسی بھی ادنیٰ شان و شوکت سے بہت دور۔ پنگ کے سامنے ایک گول میز اور تین دیدہ زیب کر سیاں ہیں۔ کرسیوں کی پشت سنہری مینا کاری سے بھر پوچھیں اور ان پر سرخ کپڑوں کی نشستیں ہیں۔ کرسیاں مادرِ ملت کے اعلیٰ ذوق کا جیتا جا گتا نشان ہیں۔ فرش پر دو غایلچے بچھے ہوئے ہیں۔ کونے میں ایک اونچا سائیبل لیمپ ہے۔ کمرے میں چاروں طرف بڑی بڑی کھڑکیاں ہیں، جس سے کمرہ مکمل طور پر ہو ادار اور قدرتی روشنی سے آراستہ رہتا ہے۔

فاطمہ جناح کے کمرے کے مقابل قائدِ اعظم کا ذاتی کمرہ اور ساتھ ہی بیٹھنے کا کمرہ ہے۔ حدِ ادب، صاحبِ حدِ ادب۔ قائد کا کمرے میں ایک سنگل بیڈ پڑا ہوا ہے۔ بیڈ کے ایک طرف تپائی پرانگی الہیہ رتی جناح کی چھوٹی سے تصویر موجود ہے۔ دوسری تپائی پر کالے رنگ کا انٹر کام ٹیلیفون موجود ہے۔ کمرہ انہنائی سادہ اور پُر رعب ہے۔ ذاتی بیڈروم سے منسلک ایک ہو ادار بڑا سا کمرہ ہے۔ اس کمرے کے متعلق ذکر کیا تھا کہ قائد اور مادرِ ملت ہر صبح یہیں ناشتہ کرتے تھے۔ اسی ترتیب سے چھوٹی سی ٹیبل اور دو کرسیاں موجود ہیں۔ ذاتی بیڈروم میں استعمال کی اشیاء موجود ہیں۔ پانی کا جگ اور سادہ سا گلاس۔ ہر طرف کھلی کھلی سی کھڑکیاں اس طرح ایستادہ ہیں، جیسے پورے گھر میں۔ قائد کے بستر پر ایک سادہ ساتکیہ اور سفید رنگ کی بے شکن چادر بچھی ہوئی ہے۔ کمرے کی ایک ایک چیز گواہی دے رہی تھی کہ یہ ایک ایسے عظیم لیڈر کا مسکن ہے، جس نے اپنے عیش و آرام کو قربان کر کے صرف منت کی اور مسلمانوں کیلئے ایک بہشت تخلیق کر دی۔

رشید نے مجھے کہا کہ اگر آپ اس کمرے کی کوئی تصویر بنانا چاہیں تو بنا لیں۔ مگر تصویر بنانا تو منع ہے۔ میرا جواب سنکر رشید نے عجیب سے لبھے میں کہا کہ آپ چاہیں تو بنا لیں۔ رشید نے اجازت تو دے دی۔ مگر میں گھر کے غیر ملکین مالک کے رعب کی بدولت پسینہ پسینہ ہو گیا۔ مجھ میں ہمت ہی نہیں تھی کہ قائد کے ذاتی کمرے کی کوئی تصویر کچھ سکوں۔ ایسے لگا کہ ابھی ایک دروازہ کھلے گا، اور اس میں وہ شاندار انسان چلتا ہوا آ کر اپنی کرسی پر بیٹھ جائیگا۔ انٹر کام پر چائے لانے کا کہے گا۔ آرام کی بجائے کام کرنا شروع کر دیگا۔ مجھ میں جرات ہی نہیں تھی کہ اپنے ملک کے خالق کی تھائی میں مخل ہوں۔ رشید کی اجازت کے باوجود خاموشی سے دبے پاؤں والپس آگیا کہ قائدِ اعظم کے آرام میں خلل نہ آ جائے!

راوِ منظر حیات